تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار     لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ     لاہور

# ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم     ۱۲ تا ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء (۱۳ تا ۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ)     مدیر : حافظ عاکف سعید


## موجودہ حکومت کا ایک سال؟

(قومی اخبارات کی جانب سے کیے گئے ایک سوال کے جواب میں تنظیم اسلامی کا مؤقف)

**سوال** : موجودہ حکومت کا ایک سال مکمل ہو چکا ہے۔ اس حوالے سے حکومت کو احتساب' آرمی مانیٹرنگ سیل' اور اپنے سات نکاتی ایجنڈے میں کس حد تک کامیابی حاصل ہوئی؟

**جواب** : ❶ اب تک جو بھی احتساب ہوا ہے اسے ست رویا کسی قدر جزوی تو کہا جا سکتا ہے لیکن کسی نے بھی اسے غیر منصفانہ یا محض یک طرفہ قرار نہیں دیا۔ ست روی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس ضمن میں مروجہ قانونی اور عدالتی تقاضے پورے کرتے ہوئے اس کام کو منطقی نتیجہ تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے' گویا لوہار کے ہتھوڑے کو استعمال کرنے کی بجائے سنار کی ٹھک ٹھک سے کام نکالنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ لہٰذا جب تک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں موجودہ قانونی اور عدالتی نظام کی اصلاح نہیں ہو گی اس معاملے میں کامیابی کی کچھ زیادہ توقع نہیں ہے۔

❷ آرمی مانیٹرنگ سیل کی کوئی نمایاں کارکردگی ابھی تک سامنے نہیں آسکی' بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بیوروکریسی نے اس کا کوئی توڑ کر لیا ہے۔ بظاہر بالائی سطح پر خاصی حد تک کانٹ چھانٹ کرنے کے باوجود عوام کے روز مرہ کے مسائل کے ضمن میں حکومتی اہلکاروں کے رویہ میں کسی نمایاں تبدیلی کے آثار دکھائی نہیں دیتے' ہاں یہ ضرور ہے کہ دفاتر میں بروقت حاضری کے معاملے میں بہتری دیکھنے میں آئی ہے۔

❸ سات نکاتی ایجنڈہ پر جو بھی اب تک کام ہوا ہے وہ ابتدائی نوعیت کا ہے لہٰذا اس کے ٹھوس نتائج سامنے آنے میں وقت لگے گا۔ البتہ معیشت کی بحالی کا جہاں تک معاملہ ہے بظاہر اس کی کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کام میں ناکامی کی کئی وجوہات ہیں' مثلاً سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلسل قرض کی مے پینے کی عادت بد کے باعث ہماری معیشت ٹھوس بنیادوں پر کبھی قائم ہی نہیں ہوئی۔ تاہم جب تک سودی نظام کا مکمل خاتمہ نہیں ہوتا اس کی بحالی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

اس شمارے میں


☆ الہدیٰ اور فرمان نبویؐ 2
☆ امیر تنظیم کا خطابِ جمعہ 3
☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 5
☆ مکتوب شکاگو 6
☆ گوشہ خلافت 7
☆ گوشہ خواتین 8
☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 10
☆ افہام و تفہیم 12
☆ متفرقات ✪



نائب مدیر :
فرقان دانش خان
معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ مرزا ندیم بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان
نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین
پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زرِ تعاون ۔/175 روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ



## سورۂ فاتحہ (۳)

﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ ﴾

**"کل شکر اور کل ثناء اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے۔ بہت رحم فرمانے والا' نہایت مہربان' جزا و سزا کا مالک و مختار ہے۔"**

### مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ

تیسری آیت میں خبردار کیا جا رہا ہے کہ زندگی محض اس دنیا کی زندگی تک محدود نہیں' بلکہ یہ زندگی تو ایک امتحان گاہ ہے' جس میں انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ وہ کس طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ سورۃ الملک میں فرمایا گیا ﴿ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴾ "موت اور زندگی کو اللہ نے پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ تم کو آزمائے اور دیکھے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔" لہٰذا اس آزمائش اور امتحان کا لازمی تقاضا ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن بھی معین ہو۔ اور وہ دن آکر رہے گا جس میں لوگوں کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا' ہر انسان کا محاسبہ ہو گا اور اسے جواب دہی کرنی ہو گی۔ اس محاسبہ اور حساب کتاب کے نتیجے میں جزا یا سزا کے فیصلے صادر ہوں گے اور یہی "یوم الدین" ہو گا۔ سورہ الذاریات میں فرمایا گیا: ﴿ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ○ وَّاِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ﴾ "جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ سچا ہے اور جزا اور سزا واقع ہو کر رہے گی"۔ اس محاسبہ کے نتیجے میں یا ہمیشہ کے لئے جنت میں داخلہ ہو گا یا ہمیشہ کے لئے آگ مقدر ہو گی۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے ابتدائی خطبات میں سے ایک خطبہ کے آخر میں یہ مضمون آتا ہے (( وَاللّٰہِ لَتَمُوۡتُنَّ کَمَا تَنَامُوۡنَ ثُمَّ لَتُبۡعَثُنَّ کَمَا تَسۡتَیۡقِظُوۡنَ ثُمَّ لَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ثُمَّ لَتُجۡزَوُنَّ بِالۡاِحۡسَانِ اِحۡسَانًا وَبِالسُّوۡءِ سُوۡءً وَاِنَّھَا لَجَنَّۃٌ اَبَدًا اَوۡ لَنَارٌ اَبَدًا )) "اللہ کی قسم تم سب (ایک دن) مر جاؤ گے جیسے (روزانہ) سو جاتے ہو! پھر یقیناً اٹھائے جاؤ گے جیسے (ہر روز صبح) بیدار ہو جاتے ہو' پھر لازماً تمہارے اعمال کا حساب و کتاب ہو گا' پھر لازماً تمہیں بدلہ ملے گا اچھائی کا اچھا اور برائی کا برا (اور یہ اس شکل میں ہو گا کہ) وہ جنت ہے ہمیشہ کے لئے یا آگ ہے دائمی"۔

اس فیصلے اور جزا و سزا کے دن کا مالک اور مختار صرف اللہ ہے اور اس روز اُس کے سوا کسی کے پاس اختیار نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایک جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ آخرت کے روز ایک ندا لگائی جائے گی ﴿ لِمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ ﴾ "یعنی آج کے دن بادشاہی کس کی ہے؟ پھر جواب آئے گا ﴿ لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَھَّارِ ﴾ آج تمام اختیار اور کل بادشاہی صرف اللہ کے لئے جو واحد ہے' تنہا ہے' یکتا ہے اور تمام کائنات پر پوری طرح قابو یافتہ اور مسلط ہے' مقتدر اعلیٰ ہے' وہ جو چاہے کرے۔

---

**فرمان نبویؐ**

## قرآن مجید اور رحمت خداوندی

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ :

**مَنۡ سَلَکَ طَرِیۡقًا یَلۡتَمِسُ فِیۡہِ عِلۡمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیۡقًا اِلَی الۡجَنَّۃِ وَمَا قَعَدَ قَوۡمٌ فِیۡ مَسۡجِدٍ یَتۡلُوۡنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَیَتَدَارَسُوۡنَہٗ بَیۡنَھُمۡ اِلَّا نَزَلَتۡ عَلَیۡھِمُ السَّکِیۡنَۃُ وَغَشِیَتۡھُمُ الرَّحۡمَۃُ وَحَفَّتۡھُمُ الۡمَلٰئِکَۃُ وَمَنۡ اَبۡطَاَ بِہٖ عَمَلُہٗ لَمۡ یُسۡرِعۡ بِہٖ نَسَبُہٗ))** (رواہ الترمذی فی حدیث طویل)

**"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے علم حاصل کرنے کے لئے مسافت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں۔ اور جب بھی کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں اللہ کی کتاب پڑھنے اور ایک دوسرے کو پڑھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سکینت نازل فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اور جو کوئی عمل میں پیچھے رہ گیا اسے اس کا نسب آگے نہیں کر سکے گا۔"**

اللہ کی ہدایت کو لوگوں تک پہنچانے کا اصل ذریعہ اب قرآن حکیم کو پڑھنا' اس کا علم حاصل کرنا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دینا ہی ہے اور جو شخص یہ کام کرتا ہے تو گویا وہ رسولوں کے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ ختم نبوت کے بعد اب یہ ذمہ داری امت مسلمہ کی ہے اور اسی کے ذریعے رب کی رحمت حاصل ہو گی۔ اس معاملے کی اہمیت کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ((فضل العالِم علی العابدِ کفضلی علٰی ادناکم)) یعنی کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ درجے کے انسان پر۔ دوسری اہم حقیقت آپؐ نے یہ واضح فرمائی کہ انسان کی نجات کا انحصار دینی فرائض کی بجا آوری پر ہے اور اس میں اگر کوتاہی ہوئی تو کسی اونچے خاندان میں ہونے یا کسی کے ساتھ حسب نسب کی نسبت انسان کو کامیاب نہ کرا سکے گی۔ یہ بات مسلمانوں کو معلوم ہونی چاہئے کہ صرف مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے یا کسی نبیؑ اور ولی کی اولاد ہونے کے ذریعے سے نجات نہ ہو گی' کیونکہ سید الانبیاء آگاہ کر رہے ہیں کہ جو عمل میں پیچھے رہ گیا اس کا حسب و نسب اسے آگے نہ کرا سکے گا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن حساب کے وقت کوئی ایک دوسرے کے کام نہ آ سکے گا اور نہ ہی پل صراط سے گزرنے کے وقت' وہاں پر تو ہر شخص کا اپنا کردار اور عمل جو ایمان کی بنیاد پر کیا گیا ہو کام آئے گا۔ ہاں بعد میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے متقین کو کنبوں کی بنیاد پر اکٹھا کر دیں گے اور کم درجے والوں کو اعلیٰ درجے والے کے ساتھ ملا دیں گے۔

☆ ☆ ☆

# عرب قوم عذابِ الٰہی کی زد میں ہے

## یہودی روایتی ہٹ دھرمی کے باعث ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے پر مصر ہیں جو کسی ضابطے سے درست نہیں

### مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۶ اکتوبر ۲۰۰۰ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

گناہوں کا ارتکاب انفرادی سطح پر بھی ہوتا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی' تاہم دونوں کے ضمن میں سنت اللہ مختلف ہے۔ سورۃ السجدہ کی آیت ۱۵ تا ۲۲ میں انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر گناہوں کے ارتکاب کے ضمن میں قانون الٰہی کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

"ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے تو حقیقتاً وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو آیات قرآنی کے حوالے سے تذکیرو نصیحت کی جائے تو وہ گر پڑتے ہیں سجدے میں اور تسبیح و حمد بیان کرتے ہیں اپنے رب کی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔" (السجدہ : ۱۵)

ایک حدیث میں ایمان کی علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ "جب تمہیں اچھا کام کرتے ہوئے خوشی اور غلط کام کرتے ہوئے رنج ہو تو تم مومن ہو"۔

انسان خطاو نسیان کا مرکب ہے۔ انبیاء سے بھی خطا ہوتی تھی لیکن انبیاء کی خطا میں شر کا شائبہ نہیں ہوتا تھا بلکہ نیکی ہی کی طرف حد سے زیادہ جھکاؤ اور عدم توازن ان کے مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے خطا قرار پاتا ہے۔ گویا نیکی میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے۔ صحابہ کی خطا بھی دراصل خطائے اجتہادی ہوتی تھی اسے بدنیتی پر محمول کرنا اپنی حدود سے تجاوز کرنے اور ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ بہرکیف انبیاء کرام کے سوا باقی کوئی معصوم نہیں۔ ہر ایک سے چھوٹی یا بڑی خطا ہوتی ہے۔ بعض اوقات آدمی اپنے اعزہ و احباب کے زیر اثر کوئی غلط کام کر بیٹھتا ہے' کبھی اندر سے جذبات و خواہشات کا طوفان اٹھتا ہے اور انسان غلطی کر بیٹھتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر انسان غلطی پر رنج و صدمہ محسوس ہے تو گویا ایمان موجود ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے "ایمان کی حلاوت کا مزہ چکھ لیا اس نے جو مطمئن اور راضی ہو گیا اس پر کہ اللہ میرا رب ہے اور جو مطمئن اور راضی ہو گیا اس بات پر کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس بات پر کہ اسلام میرا دین ہے"۔ قرآن کے متعدد مقامات پر حقیقی بندۂ مومن کا یہ طرز عمل نقل کیا گیا ہے کہ اگر ان سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے تو وہ پشیمانی کے جذبات کے ساتھ فوری توبہ کرتے ہیں اور اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ گویا اگر گناہ پر اصرار ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حقیقی توبہ نہیں ہے۔

سورۂ سجدہ کی زیر نظر آیت میں اس سے اگلے مقام کا بیان ہے کہ غفلت کا پردہ بعض اوقات اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ سرسری کوشش سے ہوش نہیں آتا۔ لیکن اگر دل کی گہرائی میں ایمان ہے تو ایسے شخص کو جب آیات خداوندی کے ذریعے متوجہ کیا جائے تو وہ سنبھل جائے گا

**منبر و محراب**

اور ندامت کے جذبات کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سربسجود ہو جائے گا۔

آگے فرمایا :

"ان کے پہلو اپنے بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور وہ خوف اور طمع (امید) سے اللہ کو پکارتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔ (آیت : ۱۶)

اللہ کے معاملے میں خوف اور طمع دونوں کی کیفیت بیک وقت مطلوب ہیں لیکن ان کے درمیان توازن کی کیفیت درکار ہے۔ اگر کسی ایک طرف جھکاؤ زیادہ ہو گا تو نقصان کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح دعا کے لئے رات کا وقت آئیڈیل ہے اسی لئے فرمایا کہ مومنین رات کو اپنے بستر چھوڑ کر اللہ کو پکارتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۷ میں فرمایا :

"کسی جان کو نہیں معلوم کہ ہم نے ایسے لوگوں کے لئے کیا کیا نعمتیں چھپا رکھی ہیں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ہیں۔ اور یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے"۔

جنت کی حقیقی نعمتوں کا ہم تصور نہیں کر سکتے۔ اس لئے فرمایا کہ ان نعمتوں کو ہم نے چھپا رکھا ہے۔ جو چیزیں ہمارے تصور میں آنے والی ہیں قرآن انہیں ابتدائی مہمان نوازی (نزل) سے تعبیر کرتا ہے۔ آگے فرمایا :

"کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہو اور جو سرکش ہو کیا وہ برابر ہیں' ہرگز نہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے جنت الماویٰ ہے۔ اور یہ بھی نزل (ابتدائی مہمان نوازی) ہو گا ان کے اعمال کے نتیجے میں"۔ (آیت : ۱۸۔۱۹)

اگلی آیت میں ہے :

"اور وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کی سو ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے"۔ (آیت ۲۰)

اس آیۂ مبارکہ میں انفرادی سطح پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا قانون بیان ہوا ہے۔ یعنی کوئی بندہ اگر اپنی انفرادی حیثیت میں اللہ کی نافرمانی یا اطاعت کرتا ہے تو اس کے ساتھ آخرت میں جزا و سزا کا معاملہ ہو گا۔ جبکہ اجتماعی حیثیت میں نافرمانی پر اللہ قوموں کو اسی دنیا میں بھی سزا دیتا ہے۔ اس کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے' جہاں فرمایا :

"اور ہم ضرور چکھائیں گے ان کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب' شاید کہ وہ سنبھل جائیں۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جسے اللہ کی باتوں (آیات) کے ذریعے سمجھایا جائے لیکن وہ اعراض کرے تو پھر ہم ایسے گنہگاروں سے ضرور بدلہ لیتے ہیں"۔ (آیت ۲۱۔۲۲)

یعنی قوموں کی اجتماعی نافرمانی کی صورت میں ان پر اچانک بڑا عذاب نازل نہیں ہوتا بلکہ اس سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ قوم سنبھل جائے اور اللہ کی طرف رجوع کر لے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آل فرعون اور اہل مصر پر کئی چھوٹے چھوٹے عذاب آئے۔ لیکن قوم اگر اپنی ضد نہ چھوڑے اور اللہ کی نافرمانی پر مصر رہے تو ایسی قوم پر رسول کے ذریعے اتمام حجت کے بعد عذاب استیصال کے ذریعے اس کا نام و نشان مٹا دیا جاتا رہا۔ قرآن مجید میں قوم نوح علیہ السلام' قوم صالح علیہ السلام' قوم ہود علیہ السلام' قوم نوح علیہ السلام اور قوم لوط علیہ السلام

## پاکستان کا اولین مسئلہ معیشت کی بحالی نہیں بلکہ نظریاتی استحکام ہے' حالات خوفناک تباہی کی جانب جا رہے ہیں

پر اسی بڑے عذاب کا تذکرہ جابجا موجود ہے۔

ان آیات کی روشنی میں اگر غور کیا جائے کہ اس زمین پر آج "اظلم الظالمین" کون ہیں تو معلوم ہو گا کہ اللہ کے دین سے بے وفائی کے نتیجے میں امت مسلمہ بالعموم جبکہ قرآن کے مخاطب اول ہونے کی وجہ سے عرب قوم بالخصوص اس کی مصداق ہے اور عذاب الٰہی کی زد میں ہے' تاہم امت مسلمہ کو حضور ﷺ کی دعا کی بدولت یہ رعایت ضرور حاصل ہے کہ پوری امت مسلمہ پر بحیثیت مجموعی اللہ کا عذاب نازل نہیں ہو گا۔ تاہم اس امت پر بھی جزوی عذاب استیصال آ سکتا ہے جیسا کہ سپین میں ہوا۔ تاہم میرا گمان ہے کہ اب ایسا عذاب عرب قوم پر آئے گا۔ کیونکہ یہ وہ قوم ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور جن کی زبان میں قرآن کریم اتارا گیا لیکن انہوں نے اللہ کے دین سے اعراض کیا۔ لہٰذا اگر بیت المقدس کی تازہ ترین صورت حال کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عربوں پر وہ بڑا عذاب آیا چاہتا ہے۔ حالات سے ظاہر ہے کہ یروشلم کے مسئلہ کا پرامن حل تقریباً ناممکن ہے۔ گنبد صخرہ اور مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کا حق ہے لیکن یہودی اپنی روایتی ہٹ دھرمی کے باعث اسے گرا کر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے پر مصر ہیں' جو کسی بھی ضابطے سے درست نہیں۔ حال ہی میں امریکہ میں ایک خاتون مصنف گریس ہیلسل (Grace Halsell) نے اپنی کتاب "Forcing God's Hand" میں انکشاف کیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے یہاں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی یہودی سازش کے پیچھے دراصل عیسائیوں کا ہاتھ ہے کیونکہ عیسائیوں کو معلوم ہے کہ اس واقعہ پر مسلمان کبھی خاموش نہیں رہیں گے اور اس کے نتیجے میں دنیا کی وہ سب سے بڑی جنگ الملحمۃ العظمیٰ یا آرمیگاڈان شروع ہو گی۔ جس کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے۔ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق ہیکل سلیمانی کی تعمیر اور آرمیگاڈان کے آغاز کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں ظاہر ہوں گے لہٰذا وہ جلد از جلد اس جنگ کو شروع کرانا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں مشرق وسطیٰ کا مستقبل نہایت مخدوش ہے اور شدید اندیشہ ہے کہ آیات الٰہیہ سے اعراض کے باعث یہودیوں کی طرح عربوں پر بھی "ہالو کاسٹ" آ جائے۔

تاہم امت مسلمہ میں اللہ کے دوسرے مجرم ہم پاکستانی مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ ملک دین قائم کرنے کے وعدہ پر حاصل کیا لیکن وعدہ خلافی کے مرتکب ہوئے اور نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک یہاں دین نافذ نہیں کیا۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں چھوٹا عذاب ہم پر نازل ہو چکا ہے لیکن ہم نے اپنی روش نہیں بدلی اور اب خدشہ ہے کہ ہمیں بڑا عذاب نہ آ پکڑے۔ ویسے بھی یہ عذاب ہی کی شکل ہے کہ حکومت نے معیشت کی بحالی کو اپنا سب سے بڑا ہدف قرار دیا ہوا ہے لیکن ان کی سر توڑ کوششوں کے باوجود اب تک معاشی بے حالی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اسی طرح یہ عذاب الٰہی کے آثار نہیں تو اور کیا ہے کہ مہاجر قومیت جو کبھی پاکستان کی سب سے بڑی دعویدار اور نظریہ پاکستان کی علمبردار تھی' اس کے نمائندے الطاف حسین نے اب کھلم کھلا بھارت سے پاکستان کے خلاف مدد مانگنا شروع کر دی ہے۔ دوسری طرف دنیا کے ماہرین پاکستان کے خاتمے کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں جبکہ آر ایس ایس کی قیادت نے بھی کہا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کے حصے بخرے کر کے اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ گویا "تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں" کے مصداق پاکستان کے اندرونی و بیرونی حالات تیزی سے خوفناک تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی رحمت اب تک ہماری دستگیری کئے ہوئے ہے لیکن اگر ہم نے اب بھی توبہ نہ کی تو خاکم بدہن وہ سب کچھ ہو کر رہے گا جس کا تذکرہ آج کل مغربی میڈیا میں بڑے زوروں سے ہو رہا ہے۔ کاش ہماری حکومت کو یہ معلوم ہو کہ پاکستان کا اولین مسئلہ معیشت کی بحالی نہیں بلکہ نظریاتی استحکام ہے۔ اگر حکومت ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی طرف توجہ دے اور ملک میں نفاذ اسلام کی راہ کی رکاوٹوں کو دور کر کے اس سمت مثبت پیش رفت کرے تو پاکستان موجودہ بحران سے نکل کر جلد اپنے پیروں میں کھڑا ہو سکے گا۔

### خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان / ضربِ مومن' ۶ تا ۱/۱۲ اکتوبر [illegible]

#### انتظامیہ عوام [illegible] امیر المومنین

ضلعی کمشنر اور ڈپٹی کمشنروں سے خطاب کرتے ہوئے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے کہا کہ انتظامیہ عوام الناس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھا کر شریعت کے اصولوں کو پامال کرنے سے اپنے آپ اور امارت اسلامیہ کو بچائے۔ ان شاء اللہ ان اقدامات سے حالات بھی مزید بہتر ہوں گے اور عوام کے دلوں میں امارت اسلامیہ کی محبت مزید گھر کر جائے گی۔

#### شمالی اتحاد کے کمانڈروں کیلئے کولاب (تاجکستان) میں کالونی کا قیام

تاجکستان نے شمالی اتحاد کے کمانڈروں اور ان کے سرکردہ افراد کے لئے کولاب میں چودہ سو فلیٹس پر مشتمل جدید کالونی تعمیر کی ہے۔ شمالی اتحاد کے تمام شکست خوردہ لیڈر اپنے اہل خانہ کو وہاں منتقل کر رہے ہیں۔ تاجکستان نے شمالی اتحاد کو شہر کولاب میں پہلے ہی سے ایک ہوائی اڈا فراہم کر رکھا ہے۔

#### عوام کی حمایت یافتہ افغان حکومت کی حمایت کریں گے ○ ازبکستان

ازبکستان کے وزیر خارجہ عبدالعزیز کاملوف نے تاشقند میں ایک پریس کانفرنس کے دوران طالبان سے اپنے روابط کی تصدیق کی ہے۔ پریس کانفرنس کے دوران ازبک وزیر خارجہ نے کہا طالبان اور ازبک حکام کے درمیان حالیہ بات چیت کا ایک مقصد ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کی یقین دہانی کرانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ افغان عوام کی حمایت یافتہ کسی بھی حکومت کی حمایت کریں گے۔

#### شمالی اتحاد کے کمانڈر طالقانی تاجروں سے لاکھوں روپے کا ادھار لے کر فرار

شمالی اتحاد کے کمانڈر طالقان کے تاجروں سے بھی ہاتھ کر گئے اور لاکھوں روپے کا ادھار لے کر فرار ہو گئے۔ تقریباً دو ماہ سے لڑی جانے والی شدید ترین جنگوں کے دوران شمالی اتحاد کے کمانڈروں نے اپنے جنگجوؤں کو راشن فراہم کرنے کے لئے شہر کے تاجروں سے بڑی مقدار میں ادھار غذائی اجناس حاصل کی تھیں اور روس میں چھپنے والی افغانی کرنسی دوگنی مقدار میں ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ طالقان کی فتح کے بعد شمالی اتحاد کے کمانڈر بھاگ گئے۔

#### قندھار : ۳ خطرناک ڈاکو لٹکا دیئے گئے

قندھار شہر کے مرکزی اسٹیڈیم میں تین خطرناک ڈاکوؤں اور قاتلوں کو ہزاروں افراد کے سامنے لٹکا دیا گیا۔ قندھار کے ضلع پنجوائی کے گاؤں اسپیروان کے باشندے نور اللہ کی سرکردگی میں ایک گروہ قندھار' ہرات' قندھار اور نیمروز شاہراہوں کے درمیان رہزنی کی وارداتوں میں مصروف تھا۔ مجرمین کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

## جسٹس منیر نے اسمبلی توڑنے کا حکم جائز قرار دے کر جمہوریت پر پہلا کلہاڑا چلایا

## روٹی کپڑا اور مکان کے نعرہ پر جھومنے والے عوام سیاسی حقوق کے حصول کے لئے میدان میں نہ نکلے

## ہمارے اپوزیشن لیڈر حکومت کی شکایت لے کر غیر ملکی سفارت خانوں میں جاتے ہیں!

## لفافہ صحافت نے بھی جمہوری اقدار تباہ کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے

# جمہوری نظام کی ناکامی کے اسباب اور موجودہ حکومت کی ایک سالہ کارکردگی (۱)

مرزا ایوب بیگ' لاہور

جنرل مشرف کی فوجی حکومت کو ایک سال ہوا چاہتا ہے۔ اگرچہ کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے یہ مدت بہت تھوڑی ہے اور دنیا بھر میں چار یا پانچ سال کے بعد انتخابات کا انعقاد بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ کسی حکومت کی کارکردگی کی تحسین کے لئے یا اس پر تنقید کرنے کے لئے اسے مناسب وقت دیا جانا چاہئے۔ تاہم ایک سال میں کم از کم کسی حاکم کا انداز حکمرانی اور اس سمت کا ضرور علم ہو جاتا ہے جس طرف وہ بڑھ رہا ہوتا ہے۔ لیکن مشرف حکومت کی ایک سالہ کارکردگی کے جائزے سے پہلے راقم یہ جائزہ لینا ضروری سمجھتا ہے کہ پاکستان میں جمہوری نظام اب تک کیوں کامیاب نہ ہو سکا اور فوج بار بار کیوں مداخلت کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کہ ایک بھی جمہوری حکومت طے شدہ شیڈول کے مطابق اپنی ٹرم پوری نہ کر سکی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کی وجہ ایک جملہ میں بیان کی جائے تو وہ "اقتدار اور کلی اقتدار کی اندھادھند خواہش اور اپنی حدود سے تجاوز کرنے کا مہلک اور موذی مرض ہے"۔ اس کے علاوہ "رویوں کا غیر لچکدار ہونا اور صبر و تحمل کے فقدان" نے جمہوری سیاسی نظام کا بیڑہ غرق کیا۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک جتنی بھی شخصیات سیاسی میدان میں متحرک نظر آتی ہیں وہ کم و بیش ان ہی صفات کی حامل ہیں الاماشاء اللہ۔ خواجہ ناظم الدین جیسا شریف النفس انسان جمہوری اصولوں کو تج کر گورنر جنرل کے عہدہ سے وزارت عظمیٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ چوہدری محمد علی اور غلام محمد سول سروس سے جمپ لگا کر بالترتیب وزارت عظمیٰ اور گورنر جنرل کی کرسی پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ سکندر مرزا فوجی ملازم تھے لیکن سول سروس سے گذرتے ہوئے گورنر جنرل اور صدر کے عہدہ پر قابض ہو گئے۔ ایوب خان فوج کے کمانڈر انچیف بھی تھے اور سیاسی حکومت کے وزیر دفاع بھی۔ ایوب خان نے ہی حلف کی خلاف ورزی کرنے اور آئین کو بھاری بوٹوں تلے روندنے کی رسم ڈالی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے جمہوریت ہماری سیاست کا نعرہ مارا لیکن اپنے خلاف تقریر کرنے والوں کو ایوان سے اٹھا کر باہر پھکوا دیتے تھے۔ بے نظیر اور نواز شریف کے درمیان بلی چوہے کا جو کھیل ۱۱ سال جاری رہا وہ اپنی نظیر آپ تھا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف اسلام آباد کو جاتے ہوئے گھبراتے تھے کہ کہیں گرفتار نہ کر لیے جائیں اور وزیر اعظم بے نظیر لاہور میں قدم رنجا نہیں فرما سکتیں تھیں کہ وہ خود کو محفوظ نہیں سمجھتی تھیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ

**تجزیہ**

پاکستان کی ہر اپوزیشن نے پاکستان کی ہر حکومت کے خلاف فوج سے مدد طلب کی ہے۔ حد یہ ہے کہ ہماری اپوزیشن اپنے ملک کی حکومت کے خلاف غیر ملکی سفیروں سے مدد مانگتی رہی ہے۔ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ایک صحافی بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ کے پاس اس وقت تشریف فرما تھے جب یہ خبر آئی کہ نواز شریف نے پرویز مشرف کو برطرف کر دیا ہے۔ وہ صحافی بعد ازاں اپنے کالم میں لکھتے ہیں کہ نواب صاحب نے آہ بھری اور افسوس سے کہا یہ شخص یعنی جنرل پرویز مشرف over confident کی بناء پر مارا گیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت بہت ضروری ہے کہ ہماری فوج بھی معصوم نہیں ہے وہ بھی سیاسی معاملات میں ٹانگ اڑاتی رہی ہے۔ جنرل (ر) حمید گل خود تسلیم کرتے ہیں کہ جب وہ آئی ایس آئی کے سربراہ تھے تو انہوں نے PPP کے خلاف IJI کا سیاسی اتحاد قائم کروایا۔ یہاں تک کہ ہمارے جرنیل عدالتوں کو ہدایات جاری کرتے رہے۔ مرزا اسلم بیگ نے خود تسلیم کیا ہے کہ جب انہیں محسوس ہوا کہ ہائی کورٹ جونیجو کی حکومت ختم کرنے اور اسمبلی توڑنے کے جنرل ضیاء الحق کے اقدام کو غیر آئینی قرار دے دے گی تو انہوں نے آرمی چیف کی حیثیت سے عدالت سے رابطہ کیا کہ وہ جونیجو حکومت کو بحال نہ کرے کیونکہ عوام ذہنی طور پر نئے انتخابات کے لئے تیار ہو چکے ہیں وغیرہ۔ جمہوری نظام کو تہس نہس کرنے میں ہماری عدالتوں نے بھی اہم رول ادا کیا ہے مولوی تمیز الدین کیس میں جسٹس منیر نے اسمبلی توڑنے کا حکومتی حکم جائز قرار دے کر جمہوریت کی جڑوں کو کھوکھلا کیا۔ یہ فیصلہ یقیناً عدلیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ نصرت بھٹو کیس میں عدالت ایک قدم اور آگے چلی گئی اور ضیاء الحق کی حکومت کو جائز قرار دینے کے ساتھ فرد واحد کو یہ حق بھی دے دیا گیا کہ وہ آئین میں من پسند ترمیم کر سکتا ہے۔ اس مرتبہ نظریہ ضرورت نے جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا۔ جنرل پرویز مشرف نے اگرچہ اپنے پیشروؤں سے مختلف انداز اختیار کرتے ہوئے نہ مارشل لاء کا لفظ استعمال کیا اور نہ خود چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بنے اور اپنے ایکشن کو counter coup کا نام دیا۔ لیکن اس مرتبہ بھی عدالت نے زور آور کے حق میں فیصلہ کیا۔

عوام نے بھی قیام پاکستان کے بعد یہ سمجھا کہ آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کر کے وہ قومی ذمہ داری سے فارغ ہو چکے ہیں اور اب انہیں سب کچھ اپنی ذات کے حوالے سے کرنا ہے لہٰذا وہ روٹی کپڑا اور مکان کے نعرہ پر تو

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

# قبلۂ اول خطرے میں ہے

تحریر : رعنا ہاشم خان

۱۱۳۸ء کو دریائے دجلہ کے کنارے آباد ایک کرد جرنیل کے گھر شیر اسلام غازی صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا۔ اس غازی کی تلوار نے باطل کی تمام تلواروں کو کند کر ڈالا۔ ۱۱۹۳ء کو فجر کی اذان کے ساتھ ہی ۵۵ سالہ یہ غازی جس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ جہاد کے لئے وقف کر ڈالا تھا' بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو گیا جامع مسجد دمشق کے امام نے بجلیوں کی طرح کوندنے والی اس غازیِ اسلام کی تلوار کو بھی یہ کہہ کر صلاح الدین کے ساتھ ہی دفن کر دیا تھا کہ اس تلوار کو چلانے والے ہاتھ اب دنیا میں نہیں رہے! بالکل درست فرمایا تھا جامع مسجد دمشق کے امام نے۔ آج واقعی ہماری صفوں میں دور دور تک غازی صلاح الدین ایوبی موجود نہیں۔ ۱۰۹۹ء میں جب مسلمان بے عملی اور بے خبری کی تصویر بنے بیٹھے تھے تو اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہی پہلی صلیبی جنگ کہلائی۔ ۱۱۸۷ء میں ۸۸ برس کے بعد غازی صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں بیت المقدس آزاد ہوا' اس دن رجب کی ۲۷ تاریخ تھی یعنی اس شب مبارک کی حامل تاریخ جب حضور اکرم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ غازی صلاح الدین ایوبیؒ نے اہل یورپ پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔ ۱۹۶۷ء میں قبلۂ اول ۷۸۰ برس بعد ہمارے ہاتھوں سے کچھ اس طرح سے جاتا رہا کہ اب صلاح الدین ایوبی ہی اسے واپس لائیں تو لائیں کیونکہ اس کام کے لئے جس عمل کی روشنی ہم کو راستہ دکھاتی اس کے زبردست فقدان کے باعث آج ہم اپنی رگوں اور صفوں میں بے عملی کا اندھیرا لئے ذلت اور مسکنت کی زندگی جئے چلے جا رہے ہیں۔

مراکش' الجزائر' فلسطین' کشمیر' قبرص' اریٹیریا' عراق' بوسنیا' چیچنیا' آج ہر طرف زمین خونِ مسلم سے سرخ ہے۔ "بے شک شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن" لیکن اگر ہماری صفیں غازیوں سے یونہی خالی رہیں تو کبھی دریا اور کبھی زمین خون مسلم سے رنگین ہوتے رہیں گے۔ ہمیں اپنے شہیدوں کے مقدس خون کا خراج بھی تو لینا ہے۔ آج مسلمانوں کو ایک غازی کی اشد ضرورت ہے' لیکن آج ہماری زندگیاں سفلی' شیطانی' رحمانی اور نورانی اور ہر طرح کی بے عملی سے مالامال ہیں' اگر کمی ہے تو بس عمل پیہم کی جس میں یقین محکم شامل ہو جائے تو پھر یہ جہاد زندگانی میں مردوں کی شمشیریں ہوا کرتی ہیں' لیکن ہماری بے عملیوں کے باعث شمشیر و سناں کند ہو چکی ہیں' جذبۂ جہاد کونے میں دبک کر بیٹھ گیا ہے اور نتیجتاً

ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو!

یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء کو پوری دنیا نے ۱۲ سالہ محمد جمال احمد کو اسرائیلی فوجیوں کی بربریت کا نشانہ بنتے اور اس کے باپ کے ہاتھوں دم توڑتے دیکھا ہے۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے اس جگر پاش واقعہ پر اس طرح اظہارِ خیال فرمایا: "یقیناً یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ آپ کا بچہ آپ کے ہاتھوں میں دم توڑ دے"! اب یہ سارے سوالات کہ کیوں کس جرم کی پاداش میں دم توڑ دے؟ اور جن ہاتھوں کی بدولت وہ اپنے باپ کے ہاتھوں میں دم توڑ دے ان ہاتھوں کو کیوں کر توڑا جائے؟ اس سے سیاست مغرب و

## مکتوب شکاگو

ہرگز کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہاں اگر اس طرح کا کوئی واقعہ کسی یہودی کے ساتھ ہوتا تو اس وقت دنیا چیخ چیخ کر اس کی مذمت کرتی' مقدمے چلتے' ایک ہنگامہ برپا کر دیا جاتا' یا اگر کوئی عیسائی ایسی بربریت کی بھینٹ چڑھ جاتا تو سارے عیسائی ایسا کرنے والے پر چڑھ دوڑتے' لیکن چونکہ یہ مظلوم بچہ ایک مسلمان تھا' اس لئے مغرب پر اطمینان طاری ہے۔ وجہ کیا ہے؟؟ سیدھی سی بات ہے مظلوم اپنی بے عملیوں کی پاداش میں آج اپنی آوازیں بلند کرنے سے قاصر ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں یہ سبق دیا کہ "بیٹھے رہنے سے کھڑا ہونا بہتر ہے اور کھڑے ہونے سے چلنا بہتر ہے"۔ لہٰذا بجائے اس کے کہ ہم حکمت عملی اختیار کرتے' آج تقریباً تمام مسلمان ممالک پہلے چالاک امریکہ کے جال میں قید ہوئے اور اب پر کٹے بے بس پرندے کی طرح امریکہ کے پنجرے میں سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ مسلمانوں نے راہِ عمل پر چلنا چھوڑ دیا' چراغِ عمل کو پھونک مار کر بجھا دیا' احساسِ خودداری کو رخصت کر دیا' ترجیحات کو مکمل طور پر بدل ڈالا اور ایک بے عمل اور بے حس امت بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ کہاں ہیں ایسے مسلمان صحافی جو ایسی خبروں کو ضبط تحریر میں لائیں اور میدانِ جنگ اور حساس علاقوں میں جا کر رپورٹنگ کریں؟ کدھر ہیں وہ مسلمان میڈیا بردار جو بربریت کی ایسی داستانوں کو نقل کو ترجیح دیں؟ کتنے مسلمان ممالک اس وقت اقوام متحدہ کے سامنے دھرنا مار کر بیٹھے ہیں کہ آر پار؟ اور کتنے فیصد مسلمان آج ایک دوسرے کو راہِ عمل دکھا رہے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رقم طراز ہیں کہ "آج کل امت مسلمہ میں سوچنے اور کچھ کر گزرنے والوں کی تعداد ۲ فیصد بھی نہیں۔ جان تو بڑی بات' وقت نکالنا بھی مشکل' ملت کی فلاح کے لئے تھوڑی سی قربانی بھی کم ہی لوگ کرنا چاہتے ہیں"۔

کوئی مرحلہ ہو' کوئی معرکہ ہو ہماری نہ نظر عارفانہ اور نہ قدم غازیانہ! سونے پہ سہاگہ۔ ترکِ جہاد جو کر بیٹھے تھے اس کی بدولت آج ہم دنیا میں ہر طرف بھیڑ بکریوں کی طرح قتل و غارت کا نشانہ بن رہے ہیں' اور ہمارے کرتا دھرتاؤں کا رخ مکہ مکرمہ کے بجائے واشنگٹن کی طرف ہو چکا ہے۔

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ بہترین کامیابی تب ہوئی جب تیاری اور عمل نے اجتماعی صورت اختیار کی۔ لیکن ہم اول تو منظم ہوتے ہی نہیں ہیں اور اگر بھولے بسرے کسی جماعت یا تنظیم میں شامل ہو بھی جائیں تو کچھ ہی عرصے میں کسی کو جماعت کے طریق کار سے اختلاف ہو جاتا ہے' کوئی جماعت کے نظم و ضبط سے پریشان ہو بیٹھتا ہے اور کسی کو پابندیاں اور شرائط کڑی لگنے لگتی ہیں اور نتیجتاً علیحدگی اختیار کر لی جاتی ہے کہ کون ان سب چیزوں پر عمل کرے' گزرنے دو جیسی گزر رہی ہے۔ اگر ہم اسی طرح مایوسی اور بدعملی کا شکار رہیں گے تو جان لیجئے کہ زمانے کے پاؤں نہیں رکتے۔ ہمارے اسلاف نے منظم قوت بن کر اور جذبۂ جہاد سے معمور ہو کر نہ صرف اسلامی فلسفۂ حیات پر عمل پیرا ہونے کا عملی نمونہ پیش کیا تھا بلکہ غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا"۔

آیئے آج ہم بھی صلاح الدین ایوبی' محمود غزنوی' خالد بن ولیدؓ' عقبہ بن نافع' موسیٰ بن نصیر' طارق بن زیاد' محمد بن قاسم' سلطان محمد فاتح اور احمد شاہ ابدالی جیسے مجاہدوں اور غازیوں کی تلوار ہاتھ میں اٹھالیں کیونکہ یہ U-N-O' نیٹو' واشنگٹن' مظاہرے' اپیلیں' قراردادیں' امن سمجھوتے تو باطل کے وہ کھلونے ہیں جو دے کر ہم کو بھٹکایا گیا ہے۔ اور ہم اپنی بے عملی اور مرکزیت کی غیر موجودگی کے باعث اس وقت اس مدنی پیشین گوئی پر پورے اتر رہے ہیں کہ "ایک دور میں اہل اسلام کی حالت باوجود کثرتِ تعداد کے بہت پست ہوگی"! اور واقعی آج ہم بجائے متحد ہونے کے فرقہ واریت میں' مذہبی' سماجی' سیاسی' نسلی اور لسانی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے ہیں۔

ہمارے اعمال کے باعث آج قبلۂ اول پھر خطرے میں ہے

# نظام خلافت میں غیر مسلموں کے حقوق اور پابندیاں

تحریر : ڈاکٹر اسرار احمد

اسلامی تعلیمات کی رو سے اسلامی ریاست میں غیر مسلم کی حیثیت ذمی کی ہے۔ بد قسمتی سے مغرب نے ہمارے ساتھ بہت بڑاداؤ کھیلا ہے۔ چنانچہ ہماری ہر وہ چیز جو اسے پسند نہیں تھی اسے گالی بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس کا مزید المناک پہلو یہ ہے کہ اس گالی کو مغرب نے اتنا اچھالا ہے کہ اپنے بھی کہنے لگے کہ ہم کب ایسا کہتے ہیں! ہم پر تو یہ خواہ مخواہ کی تہمت ہے۔ حالانکہ "ذمی" کوئی قابل مذمت اصطلاح نہیں۔ یہ تو در حقیقت لفظ "ذمہ" سے بنا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلامی ریاست یا نظام خلافت غیر مسلموں کی جان ' مال ' عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے۔

ایک اعتبار سے تو ذمی مسلمان کو بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ مسلمان ہونے کی کم سے کم شرائط بیان کرنے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا :

((فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ))

"تو یہ ہے وہ مسلمان جس کے لئے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے"۔

نظام خلافت میں غیر مسلموں کو کون سے حقوق حاصل ہوتے ہیں اور کہاں کہاں ان پر تحدید ہوتی ہے۔ اس کا جائزہ لینے سے قبل پہلے ہم غیر مسلموں پر عائد بندشوں کو بیان کرتے ہیں۔ اس ضمن میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی غیر مسلم خلیفہ (سربراہ مملکت) نہیں ہو سکتا۔ یہ بات عہد حاضر میں بھی تسلیم کی جاتی ہے۔ چنانچہ دستوری سطح پر طے کر دیا جاتا ہے کہ ریاست کا سربراہ مسلمان ہو گا یا عیسائی۔ (بلکہ یہاں تک فلاں عیسائی فرقے سے ہو گا) لیکن یہ پابندی اس ملک کے سرکاری مذہب کی بنا پر لگائی جاتی ہے۔ لیکن یہاں یہ معاملہ ہے کہ خلافت اگرچہ اللہ نے پوری نوع انسانی کو دی تھی لیکن نوعِ انسانی میں جو حاکمیت کے مدعی بن کر کھڑے ہو گئے (یا جنہوں نے غیر اللہ کی حاکمیت تسلیم کر لی) تو ان کا حق خلافت چھین لیا گیا۔ لہٰذا خلافت اب صرف مسلمان کی ہے چنانچہ منطقی طور پر غیر مسلم خلیفہ نہیں ہو گا۔

دوسری پابندی یہ ہو گی کہ عہد حاضر کے نظام خلافت میں مقننہ کا رکن کوئی غیر مسلم نہیں بن سکے گا ' اس لئے کہ نظام خلافت میں قانون سازی کا دارومدار کتاب و سنت پر ہے اور جو شخص نہ کتاب اللہ کو مانے اور نہ سنت کو وہ قانون سازی میں کیسے شریک ہو سکتا ہے!!

تیسری پابندی یہ ہو گی کہ ریاست کے پالیسی بنانے والے اہم اداروں کی رکنیت بھی غیر مسلم کو نہیں دی جائے گی۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب کبھی نظام خلافت دنیا میں قائم ہو گا تو اس کی top most priority یہ ہو گی کہ اس نظام کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے۔ اب آپ خود سوچئے کہ کوئی غیر مسلم اس پالیسی کی تشکیل اور نفاذ میں معاون و مددگار کیسے بن سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر مسلم نظریاتی بنیاد پر قائم اس نظام خلافت کے قائل ہی نہیں ہیں لہٰذا وہ تو اس کے راستے میں روڑے ہی اٹکائیں گے۔

## گوشۂ خلافت

اس اعتبار سے یہ تینوں ادارے غیر مسلم کے لئے Out of bounds ہیں۔

اب ہم ان حقوق کو زیر بحث لائیں گے جو غیر مسلموں کو نظام خلافت کے تحت حاصل ہوں گے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ نظام خلافت میں غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو اتنی ہی محفوظ ہو گی جتنی کسی مسلمان کی ہوتی ہے۔ گویا اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں روا رکھا جائے گا۔

دوسرا حق یہ ہو گا کہ ان کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت مسجد سے بڑھ کر کی جائے گی۔ مساجد سے بڑھ کر حفاظت کرنے کی بات پر ممکن ہے کہ آپ چونکیں۔ لیکن میری بات کی ایک دلیل تو قرآن حکیم ہے اور دوسری دلیل خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل سے ہے۔ سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قانون بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا :

﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾

" اگر اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً کچھ لوگوں کے ذریعے کچھ دوسرے (ظالم) لوگوں کو نہ ہٹاتا نہ رہتا تو یہ خانقاہیں ' گرجے ' عبادت گاہیں اور مسجدیں منہدم کر دی جاتیں جن کے اندر اللہ کے نام کا بہت ذکر کیا جاتا ہے"۔

اس آیت مبارکہ میں دیکھئے! دوسری عبادت گاہوں کا ذکر پہلے ہے جبکہ مسجد کا ذکر آخر میں ہے۔

دوسری دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ عمل ہے جو بیت المقدس کی فتح کے موقع پر سامنے آیا۔ آپ گرجا میں تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ کو (گرجے کے منتظمین نے) کہا کہ یہیں نماز ادا کر لیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں! اگر میں نے یہاں نماز پڑھ لی تو مسلمان اس جگہ کو مسجد بنا لیں گے کہ عمرؓ نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ آپ نے گرجا سے باہر نکل کر اس مقام پر نماز ادا کی جہاں بعد میں مسجد عمرؓ تعمیر ہوئی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ نظام خلافت میں غیر مسلموں کو اپنے personal law پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہو گی۔ چنانچہ شادی بیاہ ' نکاح و طلاق اور وراثت کا نظام وہ اپنے مذہب کے مطابق طے کریں گے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ ان کو یہ آزادی ہو گی کہ وہ اپنی آنے والی نسل کو اپنا مذہب جس طرح چاہیں پڑھائیں ' البتہ مسلمانوں کو تبلیغ کی ہرگز اجازت نہ ہو گی۔

چھٹی بات یہ ہے کہ ان کو تجارت کرنے اور صنعت و حرفت میں حصہ لینے کی مکمل آزادی ہو گی نیز غیر مسلموں کو پورے مواقع حاصل ہوں گے کہ وہ اپنی اہلیت کی بنیاد پر سرکاری ملازمتیں حاصل کریں۔

اگرچہ اس ضمن میں پالیسی تشکیل دینے والے ادارے مستثنیٰ ہوں گے۔ ظاہر بات ہے کہ ہر محکمے میں ایک اعلیٰ ترین سطح ہوتی ہے جہاں پر grand policy بنائی جاتی ہے۔ اس بلند تر سطح پر تو پابندی ہو گی اگرچہ اس سے نیچے تمام شعبوں میں ملازمت کے مواقع غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کی طرح حاصل رہیں گے۔

غیر مسلموں کے حوالے سے ایک آخری اور اہم بات یہ ہے کہ صدارتی نظام میں اس بات کا امکان بھی ہے کہ مقننہ کا رکن نہ بن سکنے کے باوجود غیر مسلم کو کوئی وزارت بھی دے دی جائے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا گیا ہے کہ نظام خلافت کے تحت اسلامی ریاست کا باضابطہ اور مکمل شہری صرف مسلمان ہو گا ' کیونکہ نظام خلافت غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کے باوجود ان پر بہرحال کچھ پابندیاں بھی عائد کرتا ہے۔ جدت پسند لوگ اس پر یہ پھبتی بھی چست کریں گے کہ اس طرح تو وہ second rate citizen بن کر رہ جائیں گے۔ مگر میں نے اس سلسلہ میں اسلام کی اصولی پوزیشن واضح کر دی ہے۔۔

# خواتین اور دعوت و تبلیغ

تحریر : ڈاکٹر اسرار احمد

فرائض دینی کا دوسرا تقاضہ دعوت و تبلیغ ہے ــــ اس کے ضمن میں ہمارے دین نے جو عام ترتیب سکھائی ہے وہ یہ ہے کہ "الاقرب فالاقرب" کے اصول پر اصلاح کا کام پہلے اپنے آپ سے شروع کیا جائے' پھر گھر والوں کی اصلاح کی فکر کی جائے اور اس کے بعد دوسرے لوگوں پر دعوت و تبلیغ کا کام کیا جائے۔ اب اس ترتیب کو سامنے رکھیں تو ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خواتین کے لئے دعوت' تبلیغ' نصیحت اور اصلاح کا اولین دائرہ ان کا اپنا گھر ہے۔ ان کے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کلیتاً ان کی ذمہ داری ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر خواتین کا حلقہ اور اس سے مزید آگے محرم مردوں کا حلقہ آئے گا۔ پس ان تین حلقوں میں خواتین کو دعوت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دینے ہیں۔ سب سے پہلے حلقے کے بارے میں سورۃ التحریم میں ﴿ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ! اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا :

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ))

"تم میں سے ہر شخص گلہ بان ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنے گلے کے بارے میں جواب دہ ہے۔"

یعنی جس طرح ہر چرواہے کی ذمہ داری میں کچھ بھیڑ بکریوں پر مشتمل ایک گلہ ہوتا ہے اور وہ چرواہا گھر سے اس گلے کو لے جانے اور بحفاظت واپس لانے کا ذمہ دار ہوتا ہے' اسی طرح ہر شخص کی حیثیت ایک گلے بان کی سی ہے' اور جو کچھ اس کے چارج میں ہے وہ اس کے بارے میں مسئول اور ذمہ دار ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ))

"اور آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے' اور اپنی اس رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔"

اس سے اللہ کے ہاں یہ پوچھا جائے گا کہ اس پر اس کے گھر والوں کی اصلاح و تربیت اور دوسرے حقوق کی ادائیگی کی جو ذمہ داری ڈالی گئی تھی وہ اس نے کس حد تک ادا کی! اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا :

((وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا))

"اور عورت اپنے شوہر کے گھر پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

اور ظاہر بات ہے کہ اس کی رعیت میں اس کی اولاد اس کا مصداقِ اول ہے۔ اور ایک روایت میں تو الفاظ ہی یہ آئے ہیں :

(( وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ))

"اور عورت اپنے شوہر کے اہل خانہ اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے"۔

یعنی اس کے دیگر افراد خانہ اور باندیاں اور غلام وغیرہ بھی اس کی نگرانی اور ذمہ داری میں ہوں گے' مگر اصل ذمہ داری اولاد کی ہے۔ (حدیث صحیح بخاری کی ہے اور ذرا سے لفظی اختلاف کے ساتھ اسے مسلم' ترمذی اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔)

یہ معاملہ واقعتاً نہایت اہم ہے' کیونکہ اگر ہم غور کریں تو کسی بھی قوم کا مستقبل اس کی آئندہ نسل سے

## گوشہ خواتین

وابستہ ہے اور آئندہ نسل کا سارا بوجھ اللہ تعالیٰ نے عورت پر ڈالا ہے۔ اس کی پیدائش کے علاوہ اس کی پرورش کا بھی اصل بوجھ عورت ہی پر ہے۔ وہی تو ہے کہ جو بچوں کی پرورش کی خاطر سب سے بڑھ کر اپنی نیندیں حرام کرتی ہے اور اپنے آرام کی قربانی دیتی ہے۔ پھر ان کی تعلیم کی اولین ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوتی ہے۔ بچے کی سب سے پہلی تعلیم گاہ درحقیقت ماں کی گود ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال مسلمان ماں کے بارے میں کہتے ہیں ؎

آسیا گرداں و لب قرآن سرا

اور یہ نقشہ ہم نے بچپن میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواتین بچے کو دودھ پلاتے ہوئے قرآن بھی پڑھ رہی ہیں اور ساتھ ہی چکی بھی چلا رہی ہیں۔ اور بچے کو گود میں لے کر ماں جب قرآن پڑھتی ہے تو بچہ اسے سنتا ہے۔ یہ چیزیں غیر محسوس طریقے سے منتقل ہوتی ہیں۔ آخر ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بچہ جب پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی جائے تو اس کا کوئی نہ کوئی اثر تو لازماً ہوتا ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمیں کوئی حکم دیا گیا ہو اور اس کی کوئی افادیت یا علت نہ ہو۔ بچہ بے شعور سہی' مگر آپ کو معلوم ہے کہ ٹیپ ریکارڈر میں چلنے والی کیسٹ بھی بے شعور ہوتی ہے۔ لیکن جو کچھ ہم بولتے ہیں اس کے اثرات اس پر ثبت ہو جاتے ہیں' اگرچہ وہ نظر نہیں آتے اور جب آپ ٹیپ چلاتے ہیں تو وہ آواز برآمد ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بچے کے تحت الشعور کے اندر بھی کوئی ٹیپ ہو' جس پر اذان اور اقامت کی آواز اپنے اثرات مرتب کرتی ہو۔ اسی طرح ایک ماں اپنے بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہو' اس کے ہاتھ چکی چلا رہے ہوں اور ہونٹ قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں تو ممکن نہیں کہ اس قرآن کے اثرات بچے کی شخصیت پر نہ پڑیں۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے

؎ کہ در آغوش شبیرے بگیری!

کہ ایسی ہی خواتین کی گود کے اندر حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ جیسے پھل کھلیں گے۔ اسی لئے کہا گیا کہ : اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ "علم حاصل کرو' ماں کی گود سے لے کر قبر تک"۔ "مہد" ماں کی گود کو کہتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بچے کی تعلیم کا نقطہ آغاز یہی ہے۔

تو خواتین کی سب سے بڑی ذمہ داری اپنی اولاد کی تربیت ہے۔ اور ان کی سب سے کڑی مسئولیت اولاد ہی کے بارے میں ہوگی۔ لہٰذا اس کی COST پر' یعنی اس کو نظر انداز کرتے ہوئے یا اس میں کوتاہی کرتے ہوئے کوئی اور کام کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دے کہ اولاد کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد بھی وقت بچ رہا ہو تو پھر انہیں مزید محنت کرنا چاہئے۔ خاص طور پر جوان خواتین' جن کے بچے ابھی چھوٹے ہوں اور اولاد کی پیدائش کا سلسلہ ابھی جاری ہو' آج کے دور میں ان کی ذمہ داریاں اتنی کٹھن ہیں کہ انہیں پورا کرنے کے بعد بہت کم وقت بچتا ہے۔ لیکن جو بھی وقت بچے وہ اسے صرف کریں' اپنے آرام کی قربانی دیں اور دوسرے قریبی حلقوں میں دعوت کا کام کریں' جیسا کہ میں بعد میں عرض کروں گا۔ لیکن اس کی خاطر اولاد کو نظر انداز کرنا قطعاً جائز نہیں۔

جہاں تک دوسرے دائرے یعنی گھر سے باہر نکل کر دوسری خواتین میں دعوت و تبلیغ اور درس و تدریس کا تعلق ہے تو میرے خیال میں اس کے لئے منظم کوشش وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ البتہ اس کیلئے ایسی خواتین کو زیادہ فعال ہونا چاہئے جو ادھیڑ عمر کی ہیں اور ان کیلئے حجاب کے احکامات میں بھی وہ شدت نہیں ہے۔ بڑی عمر کی خواتین کیلئے سورۃ النور میں فرمایا گیا : ﴿ لَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ ﴾ کہ ان پر کوئی حرج نہیں

اگر وہ اپنی چادریں اتار کر رکھ بھی دیا کریں! یعنی ستر کی شدت تو برقرار رہے گی مگر پردے اور حجاب کے ضمن میں ان پر اب وہ شدید پابندیاں نہیں ہیں جو ایک نوجوان عورت پر ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں عملاً جو صورتِ حال ہے' وہ ایک برعکس نقطۂ نظر کی غمازی کرتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جو خواتین شروع ہی سے گھر میں رہنے کی عادی ہوتی ہیں اور وہ حکم قرآنی ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾ (اپنے گھروں میں قرار پکڑو!) پر عامل ہوتی ہیں' اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بجا طور پر پردے کی بھی خوگر ہوتی ہیں تو ایسی خواتین خواہ بڑھاپے کی سرحد پر پہنچ چکی ہوں ان کی ایک طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے کہ پھر ان کی طبیعت کہیں بھی نکلنے پر آمادہ نہیں ہوتی' چاہے شریعت کی طرف سے اب پابندیاں ہلکی ہو رہی ہیں۔ یہ اس تصویر کا بالکل دوسرا رخ ہے۔ میرے نزدیک اس معاملے میں حساسیت کو کم کر دینا چاہئے۔ اور ایسی خواتین کے پاس اگر وقت فارغ ہو تو انہیں دین کے کاموں میں زیادہ ہچکچانا نہیں چاہئے۔ طویل سفر کے لئے تو ظاہر ہے کہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے' مگر شہروں کے اندر اگر خواتین کے اپنے حلقوں میں درس و تدریس کے لئے نقل و حرکت ہو رہی ہو' تو انہیں اپنی تمام احتیاطات کے ساتھ ان دینی امور میں ضرور حصہ لینا چاہئے۔ جہاں تک جوان لڑکیوں کا تعلق ہے' ان کے لئے اس میں بھی بڑے خطرات ہیں۔ میرے نزدیک اس معاشرے میں ان کا اکیلے باہر نکلنا سرے سے جائز ہی نہیں۔ وہ جوان لڑکیاں جن پر اولاد وغیرہ کی ذمہ داریاں نہ ہوں' یا اس ضمن میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے بعد بھی ان کے پاس وقت فارغ ہو تو وہ ستر و حجاب کی پوری پابندی کرتے ہوئے ان سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہیں' بشرطیکہ جب باہر نکلیں تو محرم ساتھ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہم جس معاشرتی طوفان سے دوچار ہیں' اس میں جب تک کوئی منظم کوشش نہیں ہوگی' اثرات کا نکلنا اور ظاہر ہونا بعید از قیاس ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ خواتین اگر اپنا حلقہ منظم کریں' ان کے اپنے اجتماعات اور کلاسز کا نظام قائم ہو' جن میں تعلیم و تعلّم قرآن اور عربی زبان کی درس و تدریس کے علاوہ دعوت و تبلیغ اور تذکیر و تلقین کا اہتمام ہو تو یہ یقیناً مطلوب ہے۔

خواتین کی تعلیمی و تربیتی اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا تیسرا حلقہ ان کے محرم مَردوں پر مشتمل ہے۔ یعنی ان کے بھائی' والد' چچا' ماموں اور بھتیجے' بھانجے وغیرہ۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ شوہر کے بھتیجے' بھانجے محرم نہیں' نامحرم ہیں۔ عورت کا محرم وہ ہے جس سے اس کی شادی کبھی بھی نہ ہو سکتی ہو۔ اور شوہر کی وفات کے بعد شوہر کے بھتیجے یا بھانجے سے نکاح ہو سکتا ہے' لہٰذا وہ نامحرم ہیں۔ تو محرم مَردوں میں دعوت و اصلاح کا کام بھی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ایسا اکثر دیکھنے میں آ رہا ہے کہ ہماری جو پچھلی نسل ہے' اس پر مغرب کے اثرات زیادہ ہیں۔ اب جبکہ دینی جماعتوں اور تحریکوں کے ذریعے دین کا چرچا متوسط طبقے میں بڑھ گیا ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ نوجوان لڑکوں کے چہروں پر تو داڑھیاں ہیں' لیکن ان کے والد اور دادا کلین شیو نظر آتے ہیں۔ یہ الٹی گنگا اس لئے بہہ رہی ہے کہ اس نوجوان نسل پر تبلیغی جماعت' جماعت اسلامی اور دیگر دینی تحریکوں کے اثرات پڑے ہیں' جبکہ پچھلی نسل ان اثرات سے عاری ہے۔ اسی طرح اب نوجوان نسل کے اندر ایسی لڑکیوں کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے جو ستر و حجاب کی پابندی کرنا چاہتی ہیں' لیکن ان کے والدین کے ہاں یہ تصور نہیں ہے' تو ان کے لئے اپنے والد' بھائیوں کو تبلیغ کرنا اور ان کو صحیح راستے کی طرف بلانا مقدم ہے۔ عورتوں کے لئے یہ دعوت کا تیسرا میدان ہے۔

## بقیہ : افہام و تفہیم

کرتے ہوئے تمہیں رنج اور افسوس ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تم مومن ہو"۔ لہٰذا اگر دین کے ساتھ کسی شخص کی غیرت' حمیت اور جذباتی وابستگی اس درجے کو پہنچ جائے کہ بے دینی جہاں بھی نظر آئے تو اس پر وہ پریشانی یا بے چینی اسی طرح محسوس کرے جس طرح جماعت کی نماز چھوٹنے پر اسے ہوتی ہے تو یہ ایمان کی علامت ہے۔ اگر واقعتاً معاملہ صرف نماز کا ہے تو اس کا مطلب ہے یہ محض عادت ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| تنظیم | اسلامی | کا | پیغام |
| نظام | خلافت | کا | قیام |

**دعوت فکر**

# معاشی مسائل اور ان کا حل

ایک وقت تھا کہ لوگ کم آمدنی میں بہتر گزارہ کر لیا کرتے تھے۔ ان کی ضروریات بہ کفایت پوری ہو جایا کرتی تھیں۔ ان کی زندگی کم کما کر' کم کھا کر گزارے کا پن کر بھی سکون اور چین سے گزرتی تھی۔ آج کا انسان خوب کماتا ہے' مگر اس کے باوجود کہتا ہے کہ گزارہ نہیں ہوتا' اس کی ضروریات بھی پوری ہونے کو نہیں آتیں۔ وہ خوب کماتا ہے' خوب کھاتا ہے' اچھے سے اچھا لباس پہنتا ہے' لیکن اس کو سکون میسر نہیں۔ آج اور کل کے انسان کی زندگی میں یہ فرق کیوں؟ ان حالات کی ظاہری توجیہ کچھ یوں نہ کی جائے کہ پٹرول کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں' بجٹ آ گیا ہے' ٹیکس لگ گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس کی سب سے بڑی وجہ اور سب سے بڑی حقیقت یہی ہے کہ اس نے توکل علی اللہ چھوڑ دیا ہے۔ اس نے اللہ پر بھروسہ کرنے کو اہمیت نہ دی۔ اللہ کی ذات پر بھروسہ کم یا ختم کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ اور اس کے احکام سے دور ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اس کی زندگی سے اللہ کے احکام نکلتے چلے گئے اور کفر کے طریقے اس کی زندگی پر غالب آتے گئے۔ اللہ کے احکام میں کفایت بھی' عافیت بھی اور زندگی کا سکون و چین بھی ہے' مگر اس نے جب خدائی احکام کو چھوڑ کر شیطان کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اس کے پیسے سے برکت ختم ہو گئی۔ چنانچہ اس کی ضروریات اس کی آمدنی سے پوری نہ ہوئیں تو اس نے خدائی احکام کو توڑتے ہوئے حرام و حلال کی تمیز کئے بغیر اپنی آمدنی کی فکر کی۔ رزق میں اس بے برکتی کو اللہ سے اپنی بے اعتنائی قرار دینے کے بجائے کم آمدنی کو موردِ الزام قرار دیا۔ لیکن ہوا یہ کہ جوں جوں آمدنی بڑھتی گئی خدا سے دوری بھی بڑھتی رہی اور بے برکتی میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ آمدن اور ذرائع آمدن میں اضافے کے باوجود یہ آمدنی اس کے لئے بابرکت نہ ہو سکی۔ اس نے اور کمانے کی فکر کی (ہر جائز اور ناجائز طریقے سے) اور وہ خدا سے مزید دور ہوتا چلا گیا۔

آج کے انسان کا یہی مسئلہ ہے۔ معاملات خالصتاً معاشی ہوں یا معاشرتی و خانگی' انسان اللہ سے دور ہے اور اس سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ زندگی سے قناعت ختم ہو چکی ہے۔ "اور" کی ہوس بڑھ رہی ہے۔ دس کمانے والا سو کمانے والے کو حسرت سے دیکھ رہا ہے' اور سو کمانے والا ہزار کمانے والے کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ نہ دس والے کو زندگی میں سکون ہے اور نہ سو والا اور نہ ہزار کمانے والے کی زندگی میں چین۔ بلاشبہ معاش زندگی کی ایک بنیادی ضرورت ہے' مگر مسائل سے نمٹنے کا حل مزید معاشی وسائل تلاش کرنا نہیں بلکہ اللہ کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ اس لئے کہ معاشی مسائل ہوں یا زندگی کے دیگر مسائل ان کا حل معاشی وسائل میں نہیں' بلکہ اللہ کے احکام میں پوشیدہ ہے۔ (تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے خبرنامہ شمارہ نمبر ۱۳ سے اقتباس)

(مرسلہ : شادمان مسعود صدیقی)

# کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام فلسطینی مسلمانوں کی حمایت اور اسرائیلی جارحیت کے خلاف مظاہرے کی قیادت حافظ عاکف سعید نائب امیر تنظیم اسلامی پاکستان' مرزا ایوب بیگ امیر تنظیم اسلامی لاہور کر رہے ہیں' دوسری جانب انتظامیہ مظاہرین کو اسمبلی ہال کی جانب جانے سے روک رہی ہے

## حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے زیر اہتمام
## تربیتی و دعوتی پروگرام

حلقہ گوجرانوالہ کی ماہانہ میٹنگ میں یہ طے پایا تھا کہ آئندہ ماہانہ تربیتی و دعوتی پروگرام شیخوپورہ میں منعقد ہو گا۔ مورخہ ۲۶/اگست ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ بوقت تین بجے دوپہر دفتر حلقہ گوجرانوالہ میں آٹھ رفقاء جمع ہوئے اور چار بجے شیخوپورہ کے لئے روانگی ہوئی۔ ساڑھے پانچ بجے جہانگیر آباد مسجد حافظ ارشاد مرحوم پہنچے۔ نماز عصر ادا کی اور جناب حماد صاحب اور قیصر جمال فیاضی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مشورہ سے طے پایا کہ اگر اجازت مل گئی تو ان شاء اللہ تین مساجد میں درس قرآن ہو گا۔ الحمد للہ مسجد حافظ ارشاد صاحب میں راقم نے سورۃ الحج کی آخری دو آیات کا درس دیا اور فریضہ شہادت علی الناس کو مفصل بیان کیا۔ مسجد توحیدیہ میں جناب محمد حسین صاحب آف منڈی بہاؤالدین نے فرائض دینی کا جامع تصور پیش کیا۔ ان کے ہمراہ قیصر جمال فیاضی صاحب تھے۔ تیسرے مقام پر نماز عشاء کے بعد جناب احمد علی بٹ صاحب (ایڈووکیٹ) گجرات نے درس قرآن دیا۔ ان کے ساتھ حماد فیاضی صاحب تھے۔ محمد ناصر صاحب اور حق نواز شاہ صاحب بھی مغرب کے وقت پروگرام میں شامل ہو گئے۔ مسجد حافظ ارشاد صاحب میں بعد نماز عشاء شاہد رضا نے "نیکی کا حقیقی تصور" آیۂ بر کی روشنی میں بیان کیا۔ حلقہ گوجرانوالہ کی شیخوپورہ میں یہ پہلی تربیت گاہ تھی۔ طعام کا انتظام جناب حماد فیاضی صاحب نے کیا ہوا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر رفقاء مسجد میں آ گئے اور مسنون و ماثور دعاؤں کا مذاکرہ کیا اور سو گئے۔

ساڑھے تین بجے رفقاء اٹھ گئے۔ نوافل ادا کئے اور نماز فجر سے فارغ ہو کر جناب قیصر جمال فیاضی کے درس قرآن میں شامل ہو گئے۔ فیاضی صاحب کا روزانہ درس بعد نماز فجر ہوتا ہے۔ بعد ازاں "موجودہ حالات میں تنظیم اسلامی کی ذمہ داریاں کس قدر زیادہ ہیں" مذاکرہ ہوا۔ نماز اشراق ادا کی اور نظام العمل کا اجتماعی مطالعہ ہوا۔ ناشتہ کے بعد جناب محمد حسین صاحب نے "فرائض دینی کا جامع تصور" پیش کرنا تھا۔ نوجوانوں کو اس پروگرام کے لئے خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ ۱۲ نوجوان تشریف لائے۔ سوا گھنٹے پر محیط اس لیکچر میں دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔

شیخوپورہ شہر کی معروف "ناگرہ فیملی" کی اہم شخصیت سے قیصر جمال صاحب نے ملاقات کے لئے وقت لیا ہوا تھا۔ لہٰذا راقم فیاضی صاحب کے ہمراہ خصوصی ملاقات کے لئے چلا گیا۔ الحمد للہ شیخوپورہ شہر میں انجمن خدام القرآن کے قیام کے لئے دو کنال جگہ خرید لی گئی ہے۔ جس کا سہرا فیاضی خاندان کے سر ہے۔ ناگرہ صاحب سے ملاقات خاصی مفید رہی۔ وہ انجمن کا رکن بننے کے لئے تیار ہو گئے اور راقم سے عہد لیا کہ جب بھی جماعت شیخوپورہ میں آئے سب سے پہلے مجھے اطلاع دی جائے' تاکہ میں اور میرے بچے پروگرام میں شامل ہو سکیں۔

ساڑھے نو بجے پروگرام ختم ہوا۔ اختتامی دعا محمد حسین صاحب نے کی۔ (رپورٹ : خادم حسین)

## تنظیم اسلامی پیرس کی ماہانہ سرگرمیاں

تنظیم اسلامی پیرس کے زیر اہتمام ۵ا اگست بروز ہفتہ کو ترکی مسجد میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے "دین اسلام میں ختم نبوت کی اہمیت" پر مفصل خطاب کیا۔ اور ۶/اگست بروز اتوار کو مسجد کرد میں جناب مولانا صاحب نے سیرت النبی ﷺ پر لوگوں سے خطاب کیا۔ اور لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے۔ تنظیم کا پہلا پروگرام ۱۳ اگست کو شام ۵ بجے مسجد کرد میں ہوا۔ جس میں عربی گرامر کی کلاس ہوئی۔ بذریعہ ویڈیو کیسٹ سورۃ المعارج کا درس ہوا۔ درس قرآن کے بعد امیر تنظیم پیرس محمد اشرف صاحب نے ساتھیوں سے کہا کہ سورۃ المؤمنون کی ان گیارہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات بیان کی ہیں۔ اگر اللہ پر ایمان ہے تو یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ اور ہمیں ہر روز اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ پروگرام میں ساتھیوں کی تعداد ۱۷ تھی۔ ۱۸/اگست بروز جمعۃ المبارک کو شام ۸ بجے تنظیم اسلامی کے رفقاء کا اجلاس ہوا۔ جس میں رفقاء کی مختلف آراء کے بعد درج ذیل فیصلے کئے گئے کہ ہر جمعۃ المبارک کو شام ۸:۳۰ بجے تا ۱۰ بجے رفقاء کا اجلاس ہوا کرے گا۔ اس کے علاوہ تجوید بذریعہ ویڈیو کیسٹ منتخب نصاب یاد کر کے بھی سنایا جائے گا اور کسی ایک ساتھی کو کوئی موضوع دیا جائے گا جو وہ اگلے پروگرام میں بیان کرے گا۔

۲۰ اگست کو مسجد کرد میں تنظیم کا دوسرا پروگرام ہوا جس میں پہلے عربی گرامر کی کلاس ہوئی۔ پھر منتخب نصاب میں سے بذریعہ ویڈیو کیسٹ سورۃ المعارج کا درس ہوا۔ درس قرآن کے بعد جناب محمد اشرف صاحب کہا کہ اللہ کا بندہ تو وہ ہے جو اللہ کے کی حرام کردہ چیزوں سے بچتا ہو اور حلال کردہ چیزوں کو اپناتا ہو۔ اس پروگرام میں بھی ۱۷ ساتھیوں نے شرکت کی۔

۲۵/اگست کو شام ساڑھے آٹھ بجے تیسرا دعوتی پروگرام شروع ہوا۔ جس میں پہلے تجوید کی کلاس ہوئی۔ پھر ساتھیوں سے منتخب نصاب سے سبق سنا گیا۔ راقم نے سورۃ العصر کی روشنی میں "راہ نجات" کے موضوع پر بیان کیا ساتھیوں کی تعداد ۱۰ تھی۔ چوتھا پروگرام ۲۷ اگست کو مسجد کرد میں پانچ بجے شروع ہوا۔ پروگرام کے مطابق پہلے عربی گرامر کی کلاس ہوئی۔ پھر منتخب نصاب میں سے بذریعہ ویڈیو کیسٹ سورۃ الفرقان کا درس ہوا۔ نماز عصر باجماعت ادا کی گئی۔ ساتھیوں کی تعداد ۱۹ رہی۔ (رپورٹ : محمد فاروق علی)

## تنظیم اسلامی گوجر خان کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام ماہِ اگست کا پہلا پروگرام ۴/اگست کو بمقام جھنڈا نزد چوک ریلوے پھاٹک ناصر حسین اور ان کے ساتھیوں کے تعاون سے منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں ۸۰ کے قریب احباب اور ۱۳ کے قریب رفقاء نے شرکت کی۔ امیر تنظیم اسلامی گوجر خان مشتاق حسین صاحب نے دین و مذہب کے فرق پر لیکچر دیا۔ ۶/اگست بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی گوجر خان کے مبتدی رفیق جناب راجہ سلطان محمود نے درس قرآن کا پروگرام اپنی رہائش گاہ پر منعقد کروایا۔ امیر تنظیم اسلامی گوجر خان مشتاق حسین صاحب نے سورۃ التحریم کی آٹھ آیات کا درس دیا۔ درس قرآن میں ۱۶ رفقاء ۵۰ احباب کے علاوہ ۳۰ خواتین بھی شامل تھیں۔ ماہ اگست کا آخری پروگرام شب بسری کی صورت میں ۲۹ اگست ۲۰۰۰ء بعد نماز مغرب دفتر تنظیم اسلامی گوجر خان میں ہوا۔ اللہ دتہ نے تلاوت قرآن

پاک کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد راقم نے خلافت کے بارے میں نظم پڑھی۔ ناظم حلقہ جناب شمس الحق اعوان صاحب نے "حضور ﷺ سے تعلق کی بنیاد" کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس پروگرام میں رفقاء کے علاوہ ۶۰ احباب شامل تھے۔ جناب شمس الحق اعوان صاحب کے لیکچر کے بعد حلقہ شمالی پنجاب کے نائب ناظم حافظ مشتاق حسین صاحب نے علماء کرام اور سیاستدانوں کے کردار پر روشنی ڈالی۔ (رپورٹ : زیڈ اے عباسی)

## اسرہ بدرشی کے زیر اہتمام
## خصوصی دعوتی اجتماع

۲۲ ستمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک میانگان مسجد بدرشی میں ایک خصوصی دعوتی اجتماع کا اہتمام کیا گیا۔ رفقائے اسرہ نے مختلف شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے قریباً ایک سو افراد کو دعوت دی اور نمایاں مقامات پر پروگرام کے لئے چند اشتہارات لگائے۔ پروگرام نماز مغرب کے فوراً بعد شروع ہوا' جس کا موضوع "منہج انقلاب نبوی ﷺ" تھا۔ نقیب اسرہ قاضی فضل حکیم نے اپنی گفتگو میں دینِ و مذہب کا فرق' مطالبات دین اور جہاد فی سبیل اللہ اور اسلامی انقلاب کے مختلف مراحل کو مختصر مگر جامع انداز میں واضح کیا۔

منہج انقلاب نبوی ﷺ بیان کرنے کے بعد انہوں نے تنظیم اسلامی کی باقاعدہ دعوت رکھی کہ یہ قافلہ اسی منہج پر نظام خلافت کے لئے کوشاں ہے۔ آپ لوگ شعوری طور پر کھلی آنکھوں سے اس میں شامل ہو کر انصار اللہ بنیں۔ سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ آخر میں تنظیم اسلامی کا انقلابی منشور' نوید خلافت اور تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت و اجتماعی مسائل کا آخری حدف تقسیم کیا گیا۔ اجتماع میں ڈاکٹرز' وکلاء' فوجی' کالج یونیورسٹیوں کے طلباء اور دیگر افراد کے علاوہ آئمہ مساجد' تبلیغی جماعت' جماعت اسلامی' جمعیت علمائے اسلام اور جیش محمدؐ کے افراد نے بھی شرکت کی۔ اس اجتماع میں رفقاء کے علاوہ ۸۰ افراد نے شرکت کی۔ خطیب جامع مسجد بدرشی مولانا صالح محمد نے بطور خاص شرکت کی اور اپنے مثبت تاثرات پیش کئے۔ (رپورٹ : ملک امان)

## اسرہ بی بیوڑ کا ایک روزہ دعوتی پروگرام

حلقہ سرحد شمالی کے شیڈولڈ پروگرام کے موافق ۲۷'۲۶ ستمبر کو اسرہ بی بیوڑ کے زیر اہتمام ایک روزہ پروگرام ہوا۔ ناظم دعوت حلقہ سرحد مولانا غلام اللہ حقانی کے علاوہ پروگرام میں شرکت کی دعوت اسرہ بدرشی کے نقیب قاضی فضل حکیم صاحب کو بھی تھی۔ مولانا حقانی اور قاضی صاحب کو دو مختلف جامع مساجد میں پروگرام کرنے کی دعوت دی' چنانچہ قاضی صاحب نے جامع مسجد بی بیوڑ اور مولانا حقانی دار العلوم بی بیوڑ میں بعد نماز عصر خطاب کیا۔ چونکہ بی بیوڑ میں تنظیم اسلامی سے ۸۰ فیصد لوگ واقفیت رکھتے ہیں۔ اس لئے دونوں مقامات پر لوگ بیانات میں دلچسپی سے بیٹھے رہے۔ آخر میں سامعین کی طرف سے سوالات بھی ہوئے۔ جس کے جوابات بھی دیئے گئے۔ دوسرا پروگرام بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ حقانی صاحب سیری جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے "گلوبلائزیشن" کے موضوع پر خطاب کیا۔ قاضی صاحب نے جامع مسجد میں عبادت رب کے موضوع پر گفتگو کی۔

عشاء کے بعد قاضی صاحب نے لوہار آباد بی بیوڑ میں درس قرآن ہوا۔ جس میں ۲۰ افراد شریک ہوئے۔ نماز فجر کے بعد قاضی صاحب کا درس حدیث بموضوع "تعلیم و تعلم قرآن" پر ہوا۔ پندرہ افراد نے اس درس میں شریک ہوئے۔ جس پروگرام کے لئے مقامی رفقاء نے کافی محنت سے دعوت دی تھی۔ وہ اتوار صبح ۹ بجے اُسرہ کے دفتر میں ہوا۔ پڑھے لکھے شرکا کی تعداد ۴۰ تھی قاضی فضل حکیم نے ایک گھنٹے پر مشتمل خطاب میں اعلیٰ ترین نصب العین کے خدوخال وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔

پروگرام کا آخری خطاب مولانا حقانی کا تھا۔ موضوع تھا "تہذیب جدید کی تباہ کاریاں"۔ آپ نے سورۃ الروم کی آیت ﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ اور حدیث ((كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا)) کی مدد سے اس موضوع پر خطاب کیا۔

لوگوں نے اس پروگرام میں کافی دلچسپی لی۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ مولانا حقانی نے کافی اچھے انداز میں سامعین کے جوابات دیئے۔ آخر میں مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی۔ رپورٹ : عالم زیب عامر)

## اسرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا
## سہ روزہ دعوتی پروگرام

اسرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیر اہتمام انگریزی مہینے کے تیسرے جمعہ سہ روزہ تبلیغی و دعوتی پروگرام کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ پروگرام امیر حلقہ پنجاب وسطی محترم حسین فاروقی صاحب کے دروس و خطابات پر مشتمل ہوتا ہے۔ ستمبر کی ۱۵ تاریخ کو دعوتی پروگرام کا گوجرہ میں درس قرآن سے آغاز ہوا۔ المدنی لائبریری میں مختصر قیام کے بعد آپ خطاب جمعہ کے لئے قاسمیہ مسجد محلہ فیض کالونی چلے گئے۔ مذکورہ مسجد کی انتظامیہ کی درخواست پر یہ ماہانہ خطاب جمعہ اب باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ یہ مسجد چونکہ ضلع کچہری کے دفاتر سے متصل ہے اس لئے ایک خاصی تعداد انتظامیہ کے افسران اور ملازمین کی نماز جمعہ کے لئے یہاں آتی ہے۔ نماز جمعہ کے بعد ایڈووکیٹ بشیر احمد تبسم صاحب کی رہائش گاہ پر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ پروگرام کے مطابق نماز عصر تا نماز عشاء المدنی لائبریری میں رفقاء کے لئے تربیتی پروگرام ہوا جس میں رفقاء نے قرآن حکیم کی تلاوت اور ترجمہ سنایا۔ بعد ازاں غلام نبی صاحب نے "آیہ بر" پر درس دیا۔ امیر حلقہ نے بعض کوتاہیوں کی نشاندہی کی اور ضروری ہدایات دیں۔ ایک حدیث کے مطالعہ کے بعد نظام العمل کو بھی پڑھا گیا۔ ایک صحابی حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی کا اجتماعی مطالعہ کیا گیا۔ ۱۶ ستمبر بروز ہفتہ نماز فجر گورنمنٹ کالج کی مسجد میں فاروقی صاحب نے درس قرآن دیا۔ کالج کے تدریسی اوقات کے دوران پروفیسر امان اللہ خان صاحب سے دعوت ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تنظیم میں شمولیت پر آمادگی کا اظہار کیا۔ نماز مغرب کے بعد مسجد گوبندہ پورہ کی مسجد میں فاروقی صاحب نے سورۃ زمر کے چھٹے رکوع کے حوالے سے درس دیا۔ ۱۷ ستمبر بروز اتوار محلہ اقبال نگر کی جامع مسجد میں نماز فجر کے بعد فاروقی صاحب نے سورۃ کہف کے پانچویں رکوع کا درس دیا۔ امیر حلقہ کی مصروفیات کا آخری پروگرام عبدالرشید صاحب کی رہائش گاہ پر ہوا۔ (خلیل الرحمان)

## دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی اسلام آباد کے ملتزم جناب ریاض حسین کے چچا محبت حسین ۱۳ ستمبر کو وفات پا گئے ہیں۔ تمام احباب و رفقاء سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

---

تنظیم اسلامی لاہور کے رفیق مرزا انور بیگ کی اہلیہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللھم اغفر لھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتک وحاسبھا حسابا یسیرا

## بقیہ : تجزیہ

دیوانہ وار جھومتے رہے لیکن کبھی غیر آئینی کارروائیوں کو اپنا مسئلہ نہ سمجھا۔ اس ضمن میں بھارت کے ایک سیاسی لیڈر کا بیان پاکستان اور بھارت کے عوام میں سیاسی حقوق کے شعور کے حوالے سے فرق کو واضح کرتا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ پاکستان کی طرح بھارت میں بھی مارشل لاء کے نفاذ کا امکان ہے تو انہوں نے بڑی قطعیت سے کہا کہ یہ ناممکن ہے اس لئے کہ ہماری عوام کسی کو اپنے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت نہیں دے گی' کروڑوں عوام سڑکوں پر نکل آئیں گے اور وہ ریل کی پٹڑیوں پر لیٹ جائیں گے' وہ نظام مفلوج کردیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پاکستان میں جمہوریت کے چوتھے ستون یعنی صحافت نے بھی اکثر و بیشتر جمہوریت کی بیخ کنی کی ہے۔ لفافہ صحافت اور زرد صحافت نے صحافیوں کی بکاؤ مال بنا دیا لہٰذا کبھی سیاستدان انہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتے اور کبھی فوجی۔ بعض صحافیوں کے بارے میں تو اس قسم کے انکشافات بھی ہوتے رہتے کہ فلاں صحافی فلاں ایجنسی کے پے رول پر ہے۔ بالفاظ دیگر پاکستان میں جمہوریت کے چاروں ستون یعنی لیجسلیٹو' عدلیہ' انتظامیہ اور صحافت ایک دوسرے کی مضبوطی کا باعث نہیں بن رہے بلکہ ایک دوسرے سے الجھے ہوئے ہیں۔ خصوصاً سیاستدانوں کا حال یہ ہے کہ وہ سیاسی اختلافات کو ذاتی دشمنی میں تبدیل کر لیتے ہیں لہٰذا فوج ان کے باہمی تصادم سے وقتاً فوقتاً فائدہ اٹھاتی رہتی ہے۔ (جاری ہے)

Vol : 9 Regd. CPL No.127 No.40

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

- کیا حرام کی کمائی سے حج کرنا مناسب ہے؟
- کیا بینک میں کام کرنے والوں کی کمائی حرام ہے؟
- کیا اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے بھی عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے؟
- اعمالِ حسنہ یا دُعا کے ذریعے رِزق میں اضافہ ہو سکتا ہے؟
- نماز کی جماعت چھوٹنے پر بے چینی کی کیفیت کا ہونا عادت شمار ہو گا؟

## قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

# افہام و تفہیم

**۱ س** : حج جیسے بڑے فرض کے لئے نہایت ضروری ہے کہ حلال مال ہی سے کیا جائے۔ لیکن آج کے دور میں حلال مال خالص طور پر اکٹھا کرنا کتنا مشکل ہے جبکہ ملازمت یا کاروبار میں نادانستہ طور پر بھی کئی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں؟

**ج** : ایک حرام وہ ہے جو جزوی طور پر ہے اور اس سے بچنا قریباً ناممکن ہے۔ جیسے اس وقت ہمارے معاشرے میں سود اس درجے سرایت کئے ہوئے ہے کہ ہم جب سانس لیتے ہیں تو سود غبار کی مانند ہمارے اندر جا رہا ہے۔ گندم کے ہر دانے میں بالواسطہ سود موجود ہے۔ اس کی روٹی ہم کھاتے ہیں۔ یہ عموم بلویٰ ہے۔ اس کی وجہ سے معاملہ حرام نہیں ہو جائے گا۔ ایک حرام کلی طور پر ہوتا ہے جس سے بچنا لازم ہے' جیسے سود میں براہ راست ملوث ہونا کہ آپ نے سود پر رقم لے کر اپنا مکان بنایا ہے' یا کاروبار بڑھایا ہے یا بنک میں رقم رکھ کر سود کھا رہے ہیں۔ یہ یقیناً کلی حرام کا معاملہ ہو گا۔ تاہم اگر کوئی نادانستہ طور پر غلطی سے سودی لین دین میں ملوث ہو جاتا ہے تو اس سے معاملہ حرام کا نہیں ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نسیان اور خطاؤں کو معاف فرمانے والا ہے جو چیزیں صریحاً حرام ہیں ان سے بچئے! بہرکیف اگر حلال ہی پر اکتفا کرتے ہوئے مال کمایا جا رہا ہے تو ایسے مال سے حج جائز ہے۔

**۲ س** : کیا بنک میں کام کرنے والوں کی کمائی حرام ہے؟ ان کے حج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

**ج** : حرام کی کمائی سے حج ہوتا ہے یا نہیں ہوتا' اس بات کو علیحدہ رکھئے۔ ہمیں یہ جائزہ لینا ہو گا کہ حرام چیزیں کون کونسی ہیں' اور یہ کہ کس میں حرمت کس درجے کی ہے؟ سود یقیناً بہت بڑی حرام شے ہے لیکن ایک شخص وہ ہے جو بنک میں ملازمت کر رہا ہے۔ اگرچہ اسے ملازمت نہیں کرنی چاہئے' کیونکہ وہ بھی سود کے گناہ میں شریک ہو جاتا ہے' لیکن اس کی بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہو گا کہ اس کی پوری کمائی اسی طرح حرام ہو گئی جیسے کہ سودی کاروبار کرنے والے کی۔ تاہم یہ چیز بہرحال پسندیدہ نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آدمی بنک کی ملازمت چھوڑ دے اور کم تنخواہ پر کوئی ملازمت اختیار کر لے۔ البتہ یہ سمجھ لینا کہ اس کا ہر لقمہ حرام کا ہے' مناسب نہیں ہے۔

**۳ س** : جو شخص حج کے لئے گیا ہے کیا وہ ایک عمرہ کرنے کے بعد اپنے ماں باپ' عزیز و اقارب کی طرف سے بھی عمرے کر سکتا ہے؟

**ج** : میرے نزدیک تو ایک ہی عمرہ ہے' کسی اور کی طرف سے عمرہ نہیں ہوتا۔ ایصالِ ثواب کے معاملہ میں ایک رائے یہ ہے کہ جس کارِ خیر میں مال کے خرچ کا معاملہ شامل ہو گا اس کا ثواب تو کسی اور کو بھی منتقل ہو سکتا ہے' لیکن بدنی عبادت کا نہیں۔ مالی عبادت یہ ہے کہ آپ نے کسی غریب' کسی بیوہ اور یتیم کو کچھ دیا یا آپ نے کسی اور نیک کام کے لئے پیسہ خرچ کیا۔ اس کا ثواب آپ چاہیں کہ آپ کی والدہ' والد یا کسی اور کو پہنچ جائے تو وہ پہنچ جائے گا۔ لیکن آپ نماز پڑھ کر کہیں کہ میری نماز یا میرے روزے کا ثواب کسی دوسرے کو پہنچ جائے تو اس رائے کے مطابق وہ نہیں پہنچے گا' کیونکہ یہ آپ کی بدنی عبادت ہے جس میں مال کا خرچ کرنا شامل نہیں۔ تاہم بعض لوگوں کے نزدیک یہ ثواب بھی پہنچ جاتا ہے۔ جہاں تک حج کا معاملہ ہے تو اس میں چونکہ مالی خرچ آ جاتا ہے اس لئے اس معاملے میں ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے لیکن جو شخص حج کے لئے گیا ہے' اس نے اپنا عمرہ کیا ہے' اب جو مزید عمرہ وہ کر رہا ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی مال تو involve نہیں ہے' وہ صرف بدنی مشقت کر رہا ہے۔ میرے نزدیک اس کا ثواب کسی اور کو منتقل نہیں ہوتا۔

**۴ س** : ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فضل (رزق) کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ کیا اللہ ہمارے برے اعمال کی وجہ سے فضل میں کمی کر سکتے ہیں؟ دوسری صورت میں اعمالِ حسنہ کی وجہ سے یا دعا کے ذریعے اللہ کے فضل میں اضافہ ہو سکتا ہے؟

**ج** : اللہ تعالیٰ کو اس کی قدرت حاصل ہے۔ وہ چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر دو طرح کی کہلاتی ہے' تقدیر مبرم اور تقدیر معلق۔ تقدیر معلق دعا کے ذریعے تبدیل ہو جاتی ہے لیکن یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہوتی ہیں۔ رزق میں اضافہ یا کمی کا ہونا انسان کے اعمالِ صالحہ یا اعمالِ بد کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے اور اللہ کی طرف سے آزمائش کی صداقت بھی۔ دعا کے نتیجے میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رزق اتنا ہی رہے لیکن برکت زیادہ ہو جائے یا آپ کو اللہ تعالیٰ قناعت عطا فرما دے۔

**۵ س** : کسی شخص کو جماعت کی نماز نہ ملے تو اس کی طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ اگر اس کی عادت بن چکی ہو تو اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

**ج** : وہ شخص اس نیک عادت کو تو برقرار رکھے لیکن یہ دیکھے کہ آیا وہ حرام کو دیکھ کر بھی اتنا ہی بے چین ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کے گھر میں خلافِ شریعت کوئی کام ہو رہے ہوں' لیکن ان چیزوں پر اسے بے چینی نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ وہ شخص دین کے معاملے میں عدم توازن کا شکار ہے اور نماز کی جماعت چھوٹ جانے پر اس کی بے چینی عادت کے سبب ہے۔ جہاں بھی دین کے خلاف کوئی چیز ہے اس پر انسان کو بے چینی ہونی چاہئے۔ اگر کوئی شخص غلطی سے جھوٹ بول دے تو اس پر اس کے دل میں پچھتاوا ہونا چاہئے۔ یہ ایمان کی علامت ہے۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا: "نیک کام کرتے ہوئے تمہیں خوشی اور برا کام

(باقی صفحہ ۹ پر)